ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا ۝

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف۔ تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض اور روگردانی کرتے ہیں تیری طرف سے۔

...سول
...مسائل
...سے ... کی روشنی
میں عہدہ ... ہونے کی مکمل
جدوجہد کریں۔

...ات کے مخدوش
...ہو۔ عقائد کسی پر
...یں ٹھونسے جا سکتے—

(ہدیہ ۲۵ پیسے)

اَحَادِیثِ رَسُول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ وَإِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الْإِيْمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ۔

(رواہ الحاکم فی المستدرک ص۳۳ و قال الذہبی صحیح الاسناد)

ترجمہ:۔ عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزی تقسیم کی ہے اسی طرح تمہارے اخلاق بھی تقسیم کر دی ہے (جیسے رزق تنگ و فراخ رکھا ہے ایسے ہی اخلاق بھی کسی کے تنگ اور کسی کے وسیع رکھے ہیں) وہ دنیا تو (سب ہی کو دیتا ہے) اس کو بھی جس سے محبت کرتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں کرتا۔ لیکن دولتِ ایمان صرف اسی کو دیتا ہے جس کو محبوب رکھتا ہے

تشریح:۔ انسان کی تمام شرافت و کمال اس کی قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ کے کمال پر موقوف ہے ان ہی کے سنور جانے کا دوسرا نام ایمان اور عمل صالح ہے۔ کفر و ایمان کی تقسیم ان ہی کے بگڑنے اور سنورنے پر دائر ہے۔ جس کی یہ دونوں قوتیں سنور گئیں وہ سنور گیا اور جس کی بگڑ گئیں وہ بگڑ گیا۔ اسی لئے سورۂ والتین اور سورۂ والعصر ... تاکید کیساتھ ... اس کے

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔ ایک مومن غلام ایک آزاد مشرک سے بدرجہا افضل ہے پس اسلام میں خدا کے دوست و دشمن کی تقسیم کار کا مدار سرمایہ و دولت پر نہیں بلکہ ایمان و کفر پر ہے۔ دنیا کی دولت دوست و دشمن سب میں مشترک رکھی گئی ہے لیکن ایمان کی دولت صرف دوستوں کے حصہ میں لگا دی گئی ہے۔

سرمدِ غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دل پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولتِ سرمدیہ ہمہ کس را نہ دہند

عَنْ عُمَرَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قُتِلَ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا فَإِنِّيْ رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ أَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ۔ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ۔

(اخرجہ ابن ابی شیبۃ و احمد و مسلم والترمذی والدارمی و ابن حبان)

ترجمہ:۔ عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ خیبر کی جنگ ہوئی تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ شہید ہو گئے۔ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ فلاں فلاں شہید ہو گئے یہاں تک کہ وہ ایک اور مقتول پر گذرے تو اس کے متعلق بھی یہی کہا کہ فلاں صحابی شہید ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اس کو ایک چادر یا عباء (چرانے ...) سزا میں دوزخ ... کے بعد آپؐ ...

اراکینِ جمعیۃ العلماء اسلام سے

مناظر حسین نظرؔ

اٹھو اٹھو کہ تمہیں کوئی کام کرنا ہے
نئے سرے سے نیا انتظام کرنا ہے
سرِ غرور جھکانا ہے عجز کے در پر
نگاہِ خاص کو نذرِ عام کرنا ہے
یقیں سے، عزم سے، ہمت سے، جستجو سے تمہیں
ہر ایک پستی کو ہمدوشِ بام کرنا ہے
چلو چلو کہ تقاضائے دینِ قیم ہے
بڑھو بڑھو کہ شہادت کو عام کرنا ہے
نظر نظر سے ہویدا ہو شانِ ایمانی
نظر نظر سے زمانے کو رام کرنا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ——— ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۳۳

بمطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانہ جات سے منظور شدہ

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ چندہ ——— ۱۱ روپے

ششماہی ——— ۶ روپے

سہ ماہی ——— ۳ روپے

فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران

• افریقہ • ملایا

• ھانگ کانگ • انگلینڈ

کیلئے

سالانہ چندہ

عام ڈاک سے

۸۷ ، ۱۸ روپے

ہوائی ڈاک سے

۵۴ ، ۶۰ روپے

امریکہ

عام ڈاک سے

۲۴ روپے

ہوائی ڈاک سے

۸۰ ، ۸۲ روپے

نوٹ

اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی

کتاب و سنت کے تقاضے

چند دن ہوئے دیال سنگھ کالج لاہور میں مسٹر غلام احمد پرویز کو تقریر کرنا تھا۔ انتظامات اور اعلانات ہو چکے تھے۔ لیکن طلباء نے اصرار کیا کہ جس جگہ قطب الاقطاب، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ منکرین حدیث کے خلاف اپنی آخری پبلک تقریر میں نعرۂ حق بلند کر گئے ہیں ہم ان کے الفاظ کی لاج رکھیں گے اور کسی شخص کو آقائے نامدار فداہ ابی و امی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال پر حرف گیری کی اجازت نہیں دیں گے۔ پرنسپل صاحب کے اصرار کے باوجود طلباء اپنی ہٹ پر قائم رہے اور عشق نبوی سے سرشار ہو کر کالج کے تمام دروازوں پر دیوار بن کر مسلط ہو گئے۔ فضاء شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ زندہ باد کے نعروں سے باربار گونجی اور بالآخر محترم ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور اور پولیس کی بروقت مداخلت سے اجلاس روک دیا گیا، جس کے نتیجے میں جناب پرویز صاحب کو بلا تقریر کئے واپس لوٹنا پڑا۔

ہم محترم ڈپٹی کمشنر صاحب کی دانشمندی کو بنظر استحسان دیکھتے اور پولیس کی فرض شناسی کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے حالات کو خراب ہونے سے بچا لیا، نیز طلباء کے جذبات کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اجلاس منعقد کرنیکی اجازت نہ دی۔ ورنہ صورت حالات بگڑ جانے کا شدید خطرہ تھا۔ ساتھ ہی ہم پرنسپل صاحب دیال سنگھ کالج لاہور کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ انہیں اپنے منصب کا خیال رکھتے ہوئے اور ادارے کے وقار کے پیش نظر ایسے اقدامات سے قطعی گریز کرنا چاہیئے، جن سے حالات کے مخدوش ہونے کا خطرہ ہو۔ عقائد کسی پر زبردستی نہیں ٹھونسے جا سکتے — کالج اور اسکول قومی ادارے ہیں کسی فردِ واحد کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان قومی اداروں کی فضا لادینیت کے جراثیم سے مسموم کرے، طلباء کی اکثریت کے جذبات مجروح کرے، ان کے احساسات سے قطع نظر کر کے اپنے نظریات و احساسات جبراً ان پر ٹھونسنے کی کوشش کرے۔

ہماری رائے میں اختلافی مسائل اور ایسے اسباب جن سے مناقشت کی بو آتی ہو کالجوں اور اسکولوں تک ان کی ہوا بھی نہ جانی چاہیئے دین کی عمدہ باتیں، اخلاق آموز تقریریں، فکر و نظر کو جلا بخشنے والی تحریریں اور ملک و ملت کی خدمت پر ابھارنے والے خیالات کی ترویج و اشاعت ہی طلباء میں ہونی چاہیئے۔

آخر میں ہم طلباء کو ان کی جرأت ایمانی پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کالج کے ڈسپلن کی پابندی کریں۔ اساتذہ کا پورا احترام ملحوظ رکھیں۔ اخلاق و اطوار محمدی کا پیکر بننے کی کوشش کریں مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کی تعلیمات سے شغف پیدا کریں۔ دینی علوم کی تحصیل کریں۔ اور اس دورِ الحاد و زندقہ میں جب کہ مادیت زور پکڑ رہی ہے اور روحانی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ دینِ حق کی طرف سے ناقابل تسخیر آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں۔ وقت کے تقاضوں کو سمجھیں اور موجودہ مسائل سے دینِ خداوندی کی روشنی میں عہدہ برآ ہونے کی مکمل جدوجہد کریں۔

ہم خداوند قدوس کے بندے اور اس کے آخری رسول کی امت ہیں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے دو چیزیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امانت کے طور پر چھوڑی ہیں۔ ان دو نوروں کی روشنی میں راستہ طے کرنے والا منزلِ مقصود پر پہنچے گا اور ان سے روگردانی کرنے والا لازماً جہنم کا ایندھن بن کر رہے گا۔ کتاب اللہ کے ہم پر تین حق ہیں:- کتاب کا پڑھنا، کتاب کا سمجھنا، کتاب کا پڑھانا یعنی تبلیغ — اقرارِ رسالت بھی تین حقوق کا تقاضا کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت، رسالت مآب کا ادب اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت۔

اسی لئے "خدام الدین" حکومت سے بھی کتاب و سنت کی روشنی میں قانون وضع کرنے کا مطالبہ کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ خدا اس ملک میں حق کا بول بالا کرے۔

مملکت خداداد کو بیرونی اور داخلی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ اسلام کی نشر و اشاعت اور ملک و قوم کی سربلندی کے لئے ہماری جانوں کو قبول فرمائے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف۔ تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض اور روگردانی کرتے ہیں تیری طرف سے۔

مجلسِ ذکر

مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات مطابق ۱۵ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی

اللہ کی یاد

مرتبہ ——— مناظر حسین نظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

بزرگانِ محترم!

اس دنیا میں ہزاروں ہی ایسی چیزیں ہیں جنہیں بن دیکھے ماننا پڑتا ہے روح کی حقیقت اور شکل و صورت سے کوئی آشنا نہیں، کسی نے نہیں دیکھا کہ روح کیا ہے اور کس طرح کی ہے لیکن روح کا انکار کرنے کی کسی میں جرأت نہیں۔ اس کی حقیقت کو صرف خداوند قدوس جانتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے بھی رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے صرف اسی قدر بتایا ہے کہ یہ امر ربّی ہے۔ اس کی تحقیق کا ہمیں مکلف نہیں ٹھہرایا۔ تاہم یہ سب مانتے ہیں، تسلیم کرتے ہیں کہ روح جسمِ انسانی میں موجود ہے۔ اگر روح نہ ہو تو جسم بیکار محض ہے، انسان حرکت اُسی وقت تک کر سکتا ہے، چل پھر، بول چال اُسی صورت میں سکتا ہے جب اس میں روح موجود ہو۔ وفات کے وقت روح انسان کے جسم سے علیحدہ کر لی جاتی ہے تو وہ صرف گوشت پوست کا بے جان لاشہ یا ڈھانچا رہ جاتا ہے۔ تمام حرکتیں بند ہو جاتی ہیں اور اگر کچھ مدت تک یہی لاش پڑی رہے تو اس میں سڑانڈ پیدا ہو جاتی ہے، اس سے بُو آنے لگتی ہے اور کوئی عزیز سے عزیز رشتہ دار حتّٰی کہ والدہ جن کی مامتا اور اولاد سے محبت ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہے اور دنیا کی کوئی محبت اس کے مقابلے میں پیش نہیں کی جا سکتی وہ بھی گلی سڑی لاش کے قریب آنے سے ہچکچاتی ہے۔ یہی محبوب و پیارا جسم جو روح کی موجودگی کے باعث ماں کی آنکھوں کا تارا تھا۔ لوگ اس سے محبت کرتے تھے اور جو رشتہ داروں اور قرابت داروں میں عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا، ایک روح کے خارج ہو جانے کے سبب سے دنیا والوں کی نظروں میں بیکار ہو کر رہ جاتا ہے جس سے محبت و الفت کی پینگیں بڑھائی جاتی تھیں، جس کا آنکھوں سے ایک پل اوجھل ہو جانا ناگوار گزرتا تھا، جس کی ادنیٰ تکلیف پر راتوں کی نیندیں اور دن کا چین حرام ہو جاتا تھا۔ اب کوشش کی جاتی ہے کہ اسے جلد از جلد سپردِ خاک کیا جائے۔ منوں مٹی کے نیچے دبا دیا جائے۔ کوئی شخص نہیں چاہتا کہ لاش گھر میں پڑی رہے۔ اس لئے کہ اس سے عفونت پیدا ہونے کا ڈر ہے۔

ظاہر ہے کام کی چیز روح ہے، اور انسانی اعضا کو حرکت میں لانے والی یہی ایک قوت ہے جس سے جسم انسانی میں طاقت و سکت اور حرکت کرنے کی قوت موجود رہتی ہے۔

اس حقیقت سے کوئی کافر اور خدا کا نہ ماننے والا دہریہ بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جسم فانی چیز ہے۔ انسان کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا تھا اور اسے ایک نہ ایک دن ضرور مٹی میں جانا ہے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ قائم اور خدا کی ہستی منوانے کے لئے ایک مستقل دلیل ہے۔ کہ اگر مٹی کو گوندھ کر اور انسان کے اجزائے ترکیبی کو اکٹھا کرکے ایک بت تیار کر دیا جائے تو وہ امر ربّی کی عدم موجودگی میں گوشت پوست کا انسان قطعی نہیں بن سکتا۔ دنیا کے تمام سائنسدان اور فلسفی اس سے عاجز ہیں کہ وہ روح کی لطافت کا اندازہ کر سکیں، اس کی حقیقت کا سراغ لگا سکیں یا انسان تو انسان ایک مچھر بھی تخلیق کر سکیں۔

انسان کا خالق اللہ ہے۔ چنانچہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں کے پیش نظر خدا ہی جانتا ہے کہ مخلوق کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے تخلیق کرنے کا مقصود و منشا کیا ہے۔

جس طرح روح جو امر ربّی ہے نظر نہیں آتی، فہم و نظر اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ فکر اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح کائناتِ ارضی و سماوی اور اس میں موجود ہر شے کا خالق بھی فکر و نظر کی رسائی سے وراء الوراء اور عقل و ادراک سے باہر ہے۔ وہ خدا ہی کیا ہوا جس کا مخلوق احاطہ کر سکے۔ مخلوق کی ہر شے محدود ہے، خدا کی ذات لامحدود اور اُس کی صفات بھی لامحدود ہیں۔ چنانچہ غیر ممکن ہے کہ محدود، لامحدود کا احاطہ کر سکے۔ انسان نے کائنات کے اور تمام گوشوں اور اس میں موجود دوسری اشیاء کا احاطہ کر لیا ہے کہ خدا کا احاطہ کر سکے۔ وہ ہر چیز سے وراء الورا ہے۔ سے

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اب خدا چونکہ ہماری عقل و فکر کی بلندیوں سے وراء الورا اور نگاہوں سے اوجھل ہے اور ہم اُس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اُس نے مخلوق کو ان کا مقصدِ تخلیق واضح کرنے کیلئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا وہ خدا کا کلام بندوں تک پہنچاتے، کلامِ الٰہی کا عملی نمونہ بن کر دکھاتے اور تخلیق انسانی کا مقصد سمجھاتے۔ ان میں سب سے آخر، سب سے جامع، کامل اور مکمل قانون کے ساتھ دنیا میں تشریف لانے والے ہمارے آقا جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو ان کی تابعداری کرے گا، زندگی کے ہر گوشے میں ان کو مشعلِ راہ بنائے گا، حضورؐ کی ہر ہر ادا کو اپنے لئے نشانِ منزل قرار دے گا۔ وہ یقیناً اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرے گا اور کامیاب و کامران اور بامراد ہو گا۔ جو اُن کی راہ سے روگردانی کرے گا، ان کے اقوال و افعال حرزِ جان نہیں بنائے گا، ان کی حدیث اور سنت کا انکار کرے گا، اپنے لئے اسے حجت قرار نہیں دے گا، جہنم کا ایندھن بنے گا، خدا کے عذاب کا مستوجب ہو گا۔ ناکام و نامراد مرے گا اور اپنے مقصدِ تخلیق کو بغیر سمجھے جاہلوں کی طرح دنیا سے رخصت ہو کر قبر کی آغوش میں جائے گا۔

(باقی ۱۸ پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۱۶ رجب ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

ایمان و اخلاص نیکیوں کی جان ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ڛ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

سورۃ آل عمران ۔ آیت ۹۱ - ۹۲۔

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر کی حالت میں مر گئے تو کسی ایسے سے زمین بھر کر سونا بھی قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ اس قدر سونا بدلے میں دے ۔ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا (اور اے مسلمانو! تم) ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ کرو اور جو چیز تم خرچ کرو گے بے شک اللہ اُسے جاننے والا ہے۔

حاشیہ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کے ہاں دنیا کی حکومتوں کی طرح سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی۔ وہاں تو صرف دولتِ ایمان کام دے سکتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک کافر کے پاس اگر اتنا ڈھیر سونے کا ہو جس سے ساری زمین اور وہ سب کا سب پُن خیرات کر دے تو خدا کے یہاں اس کی ذرہ برابر وقعت نہیں۔ نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دے گا۔ کیونکہ عمل کی روح ایمان ہے۔ جو عمل روح ایمان سے خالی ہو مُردہ عمل ہوگا جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دے سکتا۔"

اور یاد رکھو اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی۔ کہاں خرچ کی اور کس لئے خرچ کی ۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسنِ نیت سے خرچ کرو گے اُسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو اگر اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستے میں نکالو۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اُس کے خرچ کرنے کا بہت بڑا درجہ ہے ۔ یوں ثواب ہر چیز میں ہے ۔ شاید یہود و نصاریٰ کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی، جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے تو جب تک وہ ہی اللہ کے راستے میں نہ چھوڑیں درجۂ ایمان نہ پائیں گے۔" پہلی آیت سے مناسبت یہ ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا۔ اب اس کے بالمقابل بتلا دیا کہ مومن جو خرچ کرے اس سے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے"

حاصل

(۱) ایمان کی عدم موجودگی میں کوئی عمل سرے سے عمل ہی نہیں اور نہ اس کی کوئی حقیقت بارگاہِ خداوندی میں ہے

(۲) اعمال صالحہ کی عمارت ایمان کی بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔

(۳) کفر اور بدعملی کے عوض بڑے سے بڑا فدیہ اور معاوضہ خدا کے ہاں کام نہیں دے سکتا۔ خواہ وہ کرۂ ارضی میں پھیلے ہوئے تمام خزانوں کے برابر کیوں نہ ہو۔

(۴) نیک کام کے لئے مومن جو کچھ بھی لگائے اس کا اجر تو بہر حال ملے گا لیکن خیر کامل کا درجۂ اعلیٰ اسی وقت حاصل ہوگا جب راہِ حق میں محبوبات و مرغوبات کی قربانی پیش کی جائے۔

(۵) اخلاص نیکیوں کی جان ہے۔

(۶) کفر کی راہ اختیار کرکے مرتے دم تک اس پر جمے رہنے والے جہنم میں دردناک عذاب کے مستوجب

ہوں گے۔

بزرگانِ محترم!

اہل کتاب میں فدیہ کا غلط عقیدہ رواج پا چکا تھا اور اس کے باعث وہ بے راہ روی اور سہل انگاری کی زندگی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ آیاتِ بالا میں ان پر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ یہ باطل عقیدہ ہے اور اس کی پاداش میں عذاب جہنم کے سزاوار ٹھہرو گے۔ اور اس کے ضمن میں اُن تمام لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو سیم و زر کو قوت و دولت کا منبع اور سرچشمہ سمجھتے ہیں۔ جن کا خیال ہے کہ روپیہ تمام گناہوں کو ڈھانپ دیتا اور تمام برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور جن کے نہاں خانۂ دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ جس طرح ہم دنیا میں رشوت یا فدیہ دے کر اپنا کام نکال لیتے ہیں اور جرائم کی سزا سے بچ جاتے ہیں اسی طرح اللہ کے حضور میں سونا اور چاندی دے کر عتاب سے بچ جائیں گے تو وہ جان لیں کہ ان کا یہ خیال۔ خیالِ خام سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کو سونے اور مال و متاع کی کوئی ضرورت نہیں اور اُسے بھلا اس کی ضرورت بھی کیا ہو سکتی ہے جو کل کائناتِ ارضی و سماوی کا مالک ہے۔ تمام موجودات و مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ کائنات ہست و بود کا نظام جس کے ہاتھ میں ہے، ادنےٰ گنہگار انسان سے لے کر عظیم الشان انبیاءؑ تک جس کے تابع فرمان ہیں اور جو سونا، چاندی، مال و زر اور دولت و ثروت، سب کا خالق اور مالک مطلق ہے۔ وہ تو خود لوگوں کو یہ ساری چیزیں عطا کرنے والا ہے پھر اُس کو زر و جواہر کے انباروں اور دولت و ثروت کے ڈھیروں کی رشوت کیونکر پیش کی جا سکتی ہے۔

درحقیقت رشوت اور فدیہ کا نظریہ ان لوگوں کی ایجاد ہے جن کا دین ایمان دولت ہے، جن کا مقصدِ حیات، جاہ و حشم، مال و زر اور قوت و شوکت ہے اور جو اسی کی تلاش میں جیتے اور اسی کی حسرت میں جان دیتے ہیں۔ ان عقل کے اندھوں اور انبیاء کی تعلیمات سے عاری لوگوں کو کیا پتہ کہ اصلی دولت ایمان کی دولت ہے۔ اصلی سرمایہ ہمیشہ اور آخرت میں کام آنے والا اثاثہ نیکی اور اخلاص کا سرمایہ ہے۔ سونے چاندی کی قیمت نیکی کے مقابلہ میں پرِکاہ کے برابر بھی نہیں۔

دور اندیش اور دانش مند اشخاص کو چاہیئے کہ وہ انجام کو پیش نظر رکھیں۔ آخرت کا خیال کریں کہ جب گناہوں کی سزا میں دنیا بھر کا سونا بھی بطورِ فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور انجام کار انہیں دردناک عذاب کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ سخت ترین سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور اس وقت نہ ان کا کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار اور حامی ہوگا۔ نہ بچانے والا کوئی ہوگا اور نہ حال پوچھنے والا کوئی نظر آئے گا۔ بے بس اور بے سہارا ہوں گے اور ابد تک کوئی آسرا میسر نہ آئے گا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس گھڑی سے پہلے ہی سنبھل جائیں گے۔ ان حالات و واقعات سے عبرت پکڑیں اور آخرت کے گھناؤنے انجام سے بچ جائیں۔

برادرانِ محترم! ہمیں چاہیئے کہ اپنے گذشتہ گناہوں پر نادم ہوں۔ خداوند قدوس جس کی رحمت و شفقت کا دروازہ ہر گھڑی کھلا ہے اور جس کا کرم بے حساب ہر آن گنہگاروں کی راہ دیکھتا ہے کہ کب ان کو توبہ کرنے پر معاف کرے، اُس کے دروازے پر گریں، اُس کے آستانۂ عظمت و الوہیت پر سجدہ ریز ہوں اور آئندہ کے لئے اس سے نیکی کی توفیق مانگیں۔

محترم حضرات!

نیکی کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ جو حائل ہوتی ہے وہ اپنی پسند کی چیزوں کا راہِ خدا میں قربان کرنا اور انہیں ترک کرنا ہے۔ اس عالمِ فانی میں بیشتر ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور یہ محبت اس حد تک تجاوز کر جاتی ہے، بڑھ جاتی ہے کہ یہ انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ اور وہ نیکی بدی کی تمیز بھی کھو بیٹھتا ہے۔

خواہشاتِ نفسانی اور لذائذِ دنیوی انسان کو گمراہ کر دیتے ہیں، اس کے گرد اس طرح جال بُن دیتے اور راستے میں اس طرح دام بچھا دیتے ہیں۔ کہ وہ اس میں پھنسے بغیر رہ نہیں سکتا۔ حصولِ عزت و شہرت، مال و دولت، اولاد اور ریاست و سرداری کی طلب ایسے پھندے ہیں کہ انسان کو چلنے نہیں دیتے، منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کو روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایمان و اخلاص کی دولت لوٹنے کے لئے راہزنوں کا کام دیتے ہیں اور انسان کو اپنی محبت میں اس حد تک جکڑ لیتے ہیں کہ نیکی کی قدر و قیمت کا احساس اس میں باقی نہیں رہتا۔ اس طرح وہ خود غرضی کا پتلا، نفسانی خواہشات کا دلدادہ اور ہوا و ہوس کا مجسمہ بن جاتا ہے۔

چنانچہ جب تک انسان کے دل سے خود غرضی کی جڑ نہ اکھیڑی جائے، اسے ہر شئے سے بڑھ کر نیکی کے ساتھ محبت کرنا نہ سکھایا جائے اور محبوب سے محبوب اشیاء کو راہِ حق میں قربان کرنے کا سبق نہ دیا جائے، اخلاص، نیک نیتی اور خدا پرستی اس کے دل میں پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر غور کیا جائے تو خود غرضی ہی تمام برائیوں کی جڑ اور اخلاص سب نیکیوں کی جان ہے۔ جس قدر محبوب شئے اخلاص عمل اور نیک نیتی سے اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے گی اسی کے مطابق اللہ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں ایمان و اخلاص کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین۔

معیار و صفات نبوت عامہ

و شان رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ابو سعید الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

انبیاء علیہم السلام خدا کے معتمد اُس کے وکیل اُس کے راز دار اور اس کے نائب ہوتے ہیں اس لئے اُن کی ذات میں ایسے پاکیزہ اوصاف اور حقیقی خوبیاں مجتمع ہونی چاہئیں جو ایک باخبر شہنشاہ اعظم کا قرب حاصل کرنے کے لئے درکار ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سلاطین دُنیا بھی جن کو کچھ عقل ہو اس مجازی حکومت کے اپنی مسندِ قُرب پر اُن لوگوں کو نہیں بٹھلاتے جو بے عقل، کج خلق، پست حوصلہ یا حکومت کے دشمن ہوں چہ جائیکہ خدائے برتر اپنے منصب وزارت کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جن کی اخلاقی حالت نہایت پست، عملی حیثیت نہایت ذلیل اور قوتیں نہایت کمزور ہوں وہ بجائے ہدایت پھیلانے کے گمراہ کرنے میں زیادہ مشتاق ہوں اور لوگوں سے بمقابلہ خدا کی عبادت کرانے کے اپنی پرستش کے زیادہ متمنی ہوں اگر نعوذُ باللہ خدائے عزوجل ایسا کرے تو یوں کہو کہ وہ خدا بالکل سفیہ اور جاہل یا بندوں سے عداوت رکھنے والا ہے جس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ میں جس شخص سے جو کام لینا چاہتا ہوں وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ ط پ ۸ ع ۲

(ترجمہ) اللہ خوب جانتا ہے اُس
موقعہ کو جہاں بھیجے اپنے پیغام۔

یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغمبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ دُعا یا ریاضت یا دنیوی جاہ و دولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس و ناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جا سکتا ہے ہاں ایسے گستاخ، متکبر، حیلہ جُو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہیئے کہ عنقریب اس معزز منصب کی طلب کا جواب ان کو سخت ذلت اور عذاب شدید کی صورت میں دیا جائے گا۔

تو اس صورت میں یہ واجب کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں اوّل تو خدا کی محبت اور اخلاص اس درجہ ہو کہ ارادہٗ معصیت کی گنجائش ہی نہ نکلے دوسرے یہ کہ اخلاق پسندیدہ جو اعمال حسنہ کی جڑ ہیں ان کے اندر فطرتی طور پر راسخ ہوں تاکہ جو کام بھی وہ کریں قابلِ اقتداء اور جو فعل بھی اُن سے سرزد ہو باعثِ ہدایت سمجھا جائے۔ تیسرے یہ کہ فہم و فراست اُن کی امتیوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی ہو کیونکہ کم فہمی فی نفسہٖ عیب ہونے کے علاوہ اس وجہ سے بھی اُن کے حق میں مضر ہے کہ کلام خداوندی کے گہرے بھیدوں کا سمجھنا اور دقیق وجوہات پر مطلع ہونا اور ہر ایک ذکی و غبی کو احکام الٰہی دل نشین طریقہ سے سمجھا دینا بغیر عقل صحیح اور فہم کامل کے ہرگز متصوّر ہی نہیں۔ یہی تین اصول ہیں جو ایک مدعیٔ نبوت کی صداقت کا ہم کو ایک ایسے زمانہ میں پتہ دے سکتے ہیں جس میں کسی نبی کی بعثت کا احتمال ہو سکتا ہو۔ باقی معجزات۔ وہ اگرچہ اصل نبوت کے اعتبار سے ضروری نہیں لیکن مدعی نبوت سے ان کا صادر ہونا بے شک اس کی راست بازی کی دلیل ہے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی نسبت خدا کے معتمد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خدا ہر وقت اور ہر جگہ اُن کے دعویٰ کو سنتا ہے پھر وہ عادت اللہ کے خلاف بہت سے کاموں کی فرمائش کرتے ہیں تاکہ اُن کے دعویٰ کی سچائی دنیا پر ظاہر ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ برابر اُن کے حسب مدعا فرمائشوں کو پورا فرماتا رہتا ہے تو کیا منجانب اللہ یہ اُن کے دعوے کی عملی تصدیق نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ جھوٹے آدمی کی تصدیق کرنا خود جھوٹ کی ایک قسم ہے تو اس سے (اس مدعی کے کاذب ہونے کی صورت میں) خدائے برتر کا کذب ثابت ہوا (نعوذ باللہ منہ) حالانکہ خداوند تعالیٰ کا خالقِ کذب ہونا تو ضروری لیکن قولاً و عملاً کاذب ہونا محال ہے۔

(ماخوذ از رسالہ اسلام مرتبہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی)

اگرچہ پیغمبر نوع بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اُس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسانی قوتیں دو قسم کی ہیں علمی و عملی۔ قوت علمیہ کے اعتبار سے نبی اور غیر نبی میں اعمیٰ و بصیر، اندھے اور سوانکھے کا تفاوت سمجھنا چاہیئے۔ نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مرضیات الٰہی اور تجلیاتِ ربانی کے دیکھنے کے لئے کھلی رہتی ہیں جس کے بلا واسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں۔ اور قوت عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول و فعل اور ہر ایک حرکت و سکون میں رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کے تابع و منقاد ہوتے ہیں رتی سماری اور احکام الٰہیہ کے خلاف نہ کبھی اُن کا قدم اٹھ سکتا ہے نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی، اخلاق و اعمال اور کُل واقعات زندگی میں تعلیمات ربانی اور مرضیات الٰہی کی روشن تصویر ہوتی ہے۔ جسے دیکھ کر غور و فکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا فیضِ عام

جب رحمتِ الٰہی نے اس عالم میں ہر چیز کے ضروری اسباب مہیا کر دئے تو انسان کو تباہی کی حالت میں کیونکر دیکھ سکتی تھی پس جس طرح اُس نے معاش کی اصلاح کے واسطے سامان مہیا فرمائے اور ان کی تکمیل کے لئے چند لوگ منتخب کئے کہ جو بذریعہ الہام الٰہی طرح طرح کی ایجادوں پر قادر ہو کر استاد زمانہ کہلائے اور اُن کا . . . . . . فیض عام جاری ہوا اسی طرح انسان کی اصلاح و تہذیب نفس و نفع آخرت کے واسطے ایک جماعت برگزیدہ لوگوں کی قائم کی۔ (۱) فہیم (۲) کامل (۳) حکیم (۴) خلیفہ (۵) ہادی (۶) منذر یا نذیر (۷) نبی و رسول۔

اور جب حکمتِ الٰہی اور رحمت لاتناہی خلق کی اصلاح چاہتی ہے تو اُن سب میں اعلیٰ شخص کو کہ جس کی نافرمانی پر خدا کی ناراضگی اور اطاعت پر خوشنودی مرتب ہو اور جس کے موافق کو ملاء اعلیٰ میں محبوب اور مخالف کو ملعون سمجھتے ہوں) پیدا کرتا ہے کہ وہ خلق کو تاریکی سے روشنی میں لاتا ہے اور اس کا نفس قدسی اس درجہ صاف ہوتا ہے کہ جو اَوروں کو بڑی ریاضت سے مکاشفہ یا تجلی

عالم جبروت و ملکوت ہوتی ہے تو اس کو ادنیٰ توجہ سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کا نفس قدسی آفتاب جہانتاب کی مانند روشن ہوتا ہے کہ اُس کی روشنی سے لوگ منور ہوتے ہیں اور یہ شخص عقل کو غلطیوں کی سخت دلدل سے نجات دیتا ہے اور یہ شخص جب خطیرہ قدس کی طرف متوجہ ہو کر ہمت کرتا ہے تو عالم اجسام بلکہ عالم ملکوت میں اس کا تصرف ہو جاتا ہے جو باتیں عادت کے خلاف ہیں وہ اُس سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ ہزاروں وہ چیزیں کہ جو حس بصر سے خارج ہیں اُس کو دکھائی دیتی اور اس سے کلام کرتی ہیں روحانی لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں (ان امور کو معجزات کہتے ہیں) ایسے شخص کو نبی کہتے ہیں۔

اگر اس کو شریعت جدید اور آسمانی کتب بھی ملتی ہے تو اُس کو رسول کہتے ہیں۔

پھر انبیاء میں بھی باہمی درجہ فضیلت ہوتا ہے بعض میں زیادہ اور بعض میں کم۔

(تمام انبیاء علیہم السلام عقائد، اصول دین، اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں سب کا دستور اساسی ایک ہے، ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے۔ آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔)

سب سے زیادہ درجہ میں وہ نبی ہے کہ جس کے نور نبوت نے زیادہ عالم کو منور کیا ہو اور جس کے فیض و برکت سے زیادہ لوگوں نے نفع اٹھایا جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی کی یہ شان ہے کہ وہ لوگوں کو ان باتوں کی تعلیم فرمائے کہ جو اصل فطرت میں داخل ہیں اور اپنے کلام میں وہ رعایت رکھے کہ جس کو خاص و عام سمجھیں اور لوگوں سے اُن کی عقل کے موافق کلام کرے۔ دلائل فلسفیہ اور براہین منطقیہ سے جو مخاطبوں کی فہم میں نہ آسکیں پرہیز کرے۔ جو جو خرابیاں اس وقت لوگوں میں رائج ہوں اُن کو مٹا دے جو اصل فطرت کی باتیں ہوں اُن کو قائم رکھے کیونکہ جس قوم میں نبی مبعوث ہوتے ہیں گو اُن کی بداعمالی اور خلاف فطرتی ہی ان کو بعثت کا سبب ہوتی ہے لیکن ان کی کل باتیں بُری نہیں ہوتیں پس جو باتیں اچھی ہیں نبی اُن کو قائم رکھتا ہے۔ شرک و بدعت، جور و ظلم وغیرہ قبائح مٹاتا ہے۔ عدل و انصاف، ہمدردی، تواضع، حلم، راستبازی کو قائم کرتا ہے۔ خدا کے اوصاف، حمیدہ خلق پر ظاہر کرتا ہے اور اس کی نسبت شرک وغیرہ جو جو عیوب لوگوں نے اپنی نافہمی سے لگا رکھے ہیں ان کو دور کرتا ہے انسان کے اعمال کی جزا و سزا، حسن و قبح کو وہی ترازو سے بیان میں تولتا ہے عالم آخرت میں جو کچھ انسان پر بعد مفارقت جسم کے پیش آتا ہے وہی اس کا عُقدہ کھولتا ہے اس عالم کی ابتداء و انتہا کو وہی پورے طور پر بتلاتا ہے نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ ریاضیات و طبعیات کے مسائل تعلیم فرمائے اور نہ یہ کہ وہ ہوا، بادل، بجلی، آسمان و زمین، بارش، زلزلہ وغیرہ امور کی ماہیت اور ان کے اسباب بیان کیا کرے۔ اور نہ یہ کہ اگلے لوگوں کے حالات، مفصل طور پر بیان کرے کہ جس سے سن کر عبرت ہو نہ یہ کہ اول سے آخر تک بالترتیب کسی کی سرگذشت یا وقائع عمر بیان کرے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ قوموں کے آئندہ حالات یا اُن پر آنے والے مصائب یا نعماء بطور پیشگوئی کے ذکر کر دے تاکہ اس وقت کے لوگوں کو کار آمد ہوں۔

انبیائے علیہم السلام کی صفات

حضرات انبیاء علیہم السلام میں خدا نے گوناگوں ملکات فاضلہ ودیعت کر رکھے ہیں۔ جو مخلوق کی ہدایت میں کار آمد ہیں اسی اعتبار سے کامل خلیفہ، مؤید، ہادی، منذر کے القاب سے ملقب کئے جاتے ہیں ہر ایک پھول میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے مگر نبی آخرالزماں فداہُ ابی و امی میں یہ جملہ ملکات موجود ہیں اس لئے آپ جملہ القاب سے ملقب ہوئے ہیں اور کبھی اُن انبیاء علیہم السلام کے متبعین اور جانشینوں میں بھی وہ وصف خاص منتقل ہوتا ہے جیسا کہ شاگرد رشید میں اُستاد کے کمالات کا جلوہ ہوتا ہے اسی لئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص خلفائے اربعہ و اہل بیت میں ان اوصاف کے مختلف جلوے نمایاں تھے۔ حضرت ابوبکرؓ میں تہذیب نفس کے اور حضرت عمرؓ میں سیاست و نظام ملت کے حضرت عثمانؓ میں مروت اور حیا کے حضرت علیؓ میں انکشاف اسرار عالم غیب اور حقائق الاشیاء کے ادراک کے علوم کی تجلی تھی حضرت حسنین اور آپ کی بعض ذریات طیبات میں قلوب بنی آدم کے لئے جذب مقناطیسی ودیعت تھا۔ دراصل یہ ملکات خداداد ہیں جس طرح قوائے جسمانی اور حسن صورت۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (حقانی)

پیغمبر عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہوتے ہیں لیکن وہ امتیاز مال و دولت، مُلک و حکومت اور دُنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی، درد مندیٔ خلائق اور ان صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے اُن کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت و اکمال نعمت اُن کے اندر قائم کرتا یا اُن کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے وہ وحی الٰہی اور ربانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں اُن پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے توحید کی دعوت دی اور شرک و کفر سے نہی فرمائی۔ اور اس تبلیغ پر انہوں نے کوئی مُعاوضہ نہیں مانگا۔ اُمتوں نے ضد اور ہٹ دھرمی اور جہالت کی وجہ سے انکار کیا اور اعتراضات کئے کبھی کہا کہ کیا خدا نے صرف تجھے ہی اس کام کے لئے چننا تھا جبکہ بڑے بڑے رئیس اور جاگیردار موجود تھے۔ تم تو ہم کو ہمارے آباؤ اجداد کے برخلاف احکام بتلاتے ہو ہر ایک نبی سے مذاق کیا گیا ایذا دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا بہت تھوڑے تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ پتھروں سے لہولہان کئے گئے۔ آروں سے چیرے گئے اور ناحق سینکڑوں کی تعداد میں قتل کئے گئے شہروں سے جلاوطن کئے گئے۔ دُور از کار فرمائشیں اور معجزات طلب کئے گئے۔ فضول اعتراضات کا طومار باندھا گیا۔ پیغمبروں کے متبعین کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ انبیائے کرام کو سفیہ، دیوانہ، مجنون، ساحر، شاعر اور کاہن کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو ان کے دجل و فریب دغا بازیوں اور شرارتوں سے محفوظ رکھا اور ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہ آنے دی۔ صبر و استقامت اور توکل کی تلقین کی گئی اُن کو معجزات و آیات و بینات بھی عطا کئے گئے۔ اور فرشتوں سے بھی اُن کو مدد پہنچائی گئی۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا تھا تو انبیائے کرام کی بد دعا سے ان پر سخت ترین عذاب آئے جن سے اُن کی جڑیں کٹ گئیں گویا وہ پہلے بستے ہی نہ تھے اور ایمان داروں کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے محفوظ اور سالم رکھتا رہا سورۂ اعراف، سورۂ ہود، سورۂ انبیاء اور

سورۂ شعراء میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے مفصل طور پر ذکر فرمایا۔ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ پ ع ۸

سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے اگر ان کو جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے۔

سورۂ انعام کی چونتیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی بخشی ہے انبیائے سابقین کی قوموں نے اُن کی تکذیب کی اور ایذا رسانی کا برتاؤ کیا۔ جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت اولوالعزمی سے صبر کرتے رہے حتیٰ کہ حسبِ وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے زبردست منکرین کے مقابلہ میں ان کو مظفر و منصور کیا گیا۔ آپ سے جو نصر و ظفر کے وعدے کئے گئے ہیں ایک ایک کرکے پورے ہونگے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدا کا وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اس نے کہا ہے اُسے واقعہ نہ ہونے دے۔ مکذبین کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی جنگ حقیقتاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہیں بلکہ ربِّ محمدؐ سے ہے جس نے اُن کو اپنا سفیر اعظم اور معتمد بناکر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اُن خدائی نشانات کی تکذیب ہے۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ج (پ ۷، ع ۱۰)

ترجمہ: اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تجھ سے پہلے، پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر۔ یہاں تک کہ پہنچی ان کو مدد ہماری۔

رسالتِ محمد رسول اللہ علیہ وسلم

اس بدیہی معیارِ رسالت کے مان لینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت بالکل آسان ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کے بے شمار علمی و عملی کارنامے اس وقت بھی دنیا کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہیں اور نہ تمام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے معجزات مل کر آپ کے معجزات کی ہمسری کر سکتے ہیں۔ آپ کے فہم و اخلاق کا موافق و مخالف کو اعتراف کرنا پڑا ہے اور چار دانگِ عالم میں آپ کی صداقت کا سکہ بیٹھ گیا ہے اور دنیا کے ہر خطہ میں آپ کا آفتابِ فیض لمعہ افگن ہے۔ جب ایک غیر متعصب اور عقلمند آدمی آپ کے احوال کا انبیائے سابقین کے احوال سے اور آپ کی تعلیم کا ان کی تعلیم سے اور آپ کی قوت و ہمت کا اُن کی قوت و ہمت سے مقابلہ کرے گا تو یہی اُس کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ کی محض صداقت کا نہیں بلکہ رسالت کا اور رسالت کا نہیں بلکہ ختمِ رسالت کا زبان و دل سے اقرار کرے۔ عرب کی جہالت، درشت مزاجی، گردن کشی کو کون نہیں جانتا؟ جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ کوئی کتاب اُن کے پاس آسمانی ہو نہ زمینی، اور ان کے اخلاق کا یہ حال کہ قتل و غارت وغیرہ ایک معمولی حرکت ہو، عقل و فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھا لائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کریں، جفاکشی کی یہ نوبت کہ ایسے ملک میں شاد و خرم عمر گذار دیں ایسے جاہلوں اور خودسروں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علم الٰہیات، علم معاملات، علم عبادات، علم اخلاق، علم سیاست مُدن میں رشکِ حکمائے نامدار بنا دیا یہاں تک کہ دنیا نے اُن کی اور اُن کے شاگردوں کی شاگردی کی۔ ڈاکٹر لیبان کہتا ہے "اس پیغمبر اسلام" اس نبیٔ اُمی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک قوم ناہنجار کو جو اُس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہیں آئی تھی رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا اور اس وقت بھی وہی نبی امّی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگانِ خدا کو کلمۂ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے۔

اگر انصاف کرو تو آپ کے حسن و اخلاق کا اندازہ کرنیکے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نہ کہیں کے بادشاہ تھے نہ بادشاہ کے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، نہ کچھ زیادہ مال و دولت آپ نے جمع کر رکھا تھا نہ باپ دادا نے کوئی میراث میں چھوڑا تھا۔ نہ آپ کے پاس تنخواہ دار فوج تھی، نہ اہل وطن آپ کے ہمراہ تھے، نہ قبیلہ والوں کو آپ کے مذہب سے ہمدردی تھی۔ ایسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں آپ نے اُن تند خو خونخواروں کو ایک صدائے ناموس سے مخاطب کیا کہ جس سے بڑھ کر اس وقت ان کے ہاں ساری دنیا میں کوئی مکروہ آواز نہ تھی اور نہ ایسی صدا دینے والے سے زیادہ اُن کے نزدیک کوئی شخص اُن کا دشمن اور بدخواہ سمجھا جا سکتا تھا۔ یہ وہی لاالٰہ الا اللہ کی آواز تھی۔ کہ جس نے دفعتہً تمام عرب میں تہلکہ ڈال دیا جس سے باطل معبودوں کی حکومت میں بھونچال آنا شروع ہو گیا اور جس کی چمک سے اس کفر اور جہالت کی تاریکیوں میں بجلی کی سی کوند گئی گویا وہ ایک زور شور کی ہوا تھی جس کے چلتے ہی شرک و بُت پرستی کے بادل چھٹ گئے اور آفتاب توحید ابر کے پردے سے باہر نکل آیا یا ابابیل رحمت تھی جس کی بوچھاڑ نے مخلوق پرستی کے سیاہ ہاتھیوں کے پرخچے اُڑا دیئے۔ اور خدا کے گھر کو اُن کی زد سے بچا لیا۔

غرضیکہ ایک ایسے بے یار و مددگار نے ایسی سخت قوم کو ایسے ظلمت کے زمانہ میں ایسے اجنبی مضمون کی طرف اُبھارا اور مختصر عرصہ میں اُن سب کو ایسا مسخر اور گرویدہ بنا لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں خون گرانے کے لئے تیار ہوگئے۔ گھر بار کو ترک کر دیا، زن و فرزند سے بگاڑ لی۔ مال و دولت کو سنگریزوں سے زیادہ حقیر سمجھا، اپنے بیگانوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ نے مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے پھر دو چار کا ولولہ نہ تھا بلکہ آپ کے بعد بھی اسی حالت پر استقلال کے ساتھ جمے رہے یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ فارس و روم کو تہ و بالا کر دیا اور اس پر معاملات میں وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکری نے سوائے مقابلۂ جہاد کسی کی ایذا رسانی یا ہتک ناموس کو گوارا نہ کیا یہ تسخیر اخلاق، بتلایئے اس سے پہلے زمانہ میں بھی کسی سے ظاہر ہوئی ہے؟ اس پر بھی اگر کوئی یہی کہے کہ نہیں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے تو فی الواقع اُس سے زیادہ کور چشم، تنگدل، متعصب کوئی نہیں ہو سکتا کاش کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے اور وہ اپنے اسلام کا واقعہ اُن کے سامنے بیان فرماتے یا سلمان فارسیؓ سے جا کر ان کی داستان سنتے یا عبداللہ بن سلام کی خدمت میں اپنا اعتراض پیش کرتے اور وہ اُن کو اس کا جواب سمجھاتے۔ (باقی آئندہ)

ساعتے با اولیاء

امام ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی اقبال احمد
الاعظمی

امام اوزاعی دوسری صدی ہجری میں بلند پایہ فقیہ و محدث اور بڑے صاحب ورع و تقوٰی بزرگ تھے، اللہ کا ذکر، قرآن مجید کی تلاوت طالبین کو حدیث سنانا اور قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط کرنا اور خلق اللہ کو بتانا ان کا ہر وقت کا مشغلہ تھا، اہل دنیا سے بے نیاز اور ان کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرتے تھے، اور عباسی خلفا کے دور میں بنو امیہ کے خون کو جس طرح حلال اور سستا سمجھ لیا گیا تھا اس سے سخت بیزار تھے اور ایسے موقع پر مسلمان کے خون کی حرمت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے

ایک دن خلیفہ ابوجعفر منصور نے انھیں اپنے دربار میں طلب کیا، امام سمجھے کہ شاید اب میرا وقت قریب آگیا۔ لیکن بات دوسری تھی، بہرحال دربار میں پہنچے، سلام کیا اور خود پوچھا کہ "امیرالمومنین! آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں آپ سے دین کی باتیں سیکھنا چاہتا ہوں" منصور نے جواب دیا۔

"غور سے سنئے اور جو کچھ میں عرض کروں اسے ہرگز نہ بھولئے" ۔ امام نے فرمایا۔

"میں کیسے بھول سکتا ہوں جبکہ آپ کو میں نے اسی غرض کے لئے تکلیف دی ہے۔ منصور نے عرض کیا۔ امام بہت خوش ہوئے اور فرمایا مگر عمل بھی شرط ہے۔ اور پھر وعظ شروع فرمایا۔

"اے امیرالمومنین! مجھ سے مکحول نے ابن بسر سے سن کر یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس بندہ کے پاس اللہ کی طرف سے اس کے دین کے بارے میں کوئی نصیحت آئی اور اس نے اسے شکر کے ساتھ قبول کیا تو وہ اللہ کی طرف سے اس بندہ پر نعمت ہے اور اگر اس نے اللہ کی اس نعمت کی قدر نہیں کی تو وہی نعمت اس کے خلاف حجت بن گئی جس کی وجہ سے اس کے گناہ میں اور اس کے اوپر اللہ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا رہے گا"

"اے امیرالمومنین! رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ "جو حاکم اپنی رعیت پر ظلم کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے اس پر اپنی جنت حرام کر دی ہے"

"اے امیرالمومنین! جس نے حق کو گوارا نہ کیا اس نے (گویا) خدا سے بیزاری کی۔ بیشک اللہ حق مبین ہے"

"اے امیرالمومنین! آپ پہلے تنہا اپنے نفس کے ذمہ دار اور جوابدہ تھے، پھر آپ دوسرے انسانوں پر حاکم ہوئے جن میں سُرخ و سیاہ، کافر اور مسلمان ہر طرح کے ہیں، اب آپ ان میں سے ہر ہر فرد کے ذمہ دار ہیں، اور ہر ایک شخص کا آپ کے عدل میں حصہ ہے۔، سوچئے کہ ۔ اُس دن آپ کس حال میں ہوں گے۔ جب آپ کی رعیت کے سارے طبقے آپ کے پیچھے لگے ہوں گے اور ہر ایک آپ کے ظلم اور آپ کی سختیوں کا (جو اس کو آپ سے پہنچی ہیں) بدلہ آپ سے طلب کر رہا ہوگا؟"

"اے امیرالمومنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین پر مہربان اور ان کے ہمدرد و غمخوار تھے، ان کے درمیان عدل قائم کرتے اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی فرماتے تھے، آپ اُن کے اوپر دروازہ بند نہیں فرماتے تھے، ان کے آرام سے خوش اور ان کی تکلیفوں سے رنجیدہ ہوتے تھے"

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بدوی سے نادانستگی میں اذیت پہنچی اور آپ نے اس سے اس کا بدلہ لے لیا، حضرت جبرئیلؑ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا، "اے محمد! اللہ تعالےٰ نے آپ کو جبار اور متکبر بنا کر نہیں بھیجا ہے" آپ نے بدوی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھ سے قصاص لو، وہ اس کے لئے آمادہ نہیں ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے آپ کو معاف کیا، میں تو ایسا اس وقت بھی نہ کرتا جب میری جان پر بن آتی" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعائے خیر فرما کر رخصت کیا"

"اے امیرالمومنین! اگر ملک آپ سے پہلے خلیفہ کے ہاتھ میں باقی رہتا تو آپ کو نہ ملتا، ایسے ہی آپ کے لئے بھی باقی نہیں رہے گا جیسا کہ آپ سے پہلے لوگوں کے لئے باقی نہیں رہا"

امیرالمومنین کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اعمالنامہ سے متعلق اس آیت کے بارہ میں کیا کہا ہے۔ مالھذا الکتاب لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا (کیسی ہے یہ کتاب جس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی، سب ہی کو سمیٹ لیا ہے) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ صغیرہ (چھوٹی چیز) میں تبسم جیسی چیزیں شامل ہیں اور کبیرہ (بڑی چیز) میں ضحک یعنی آواز سے ہنسنا جیسی چیزیں شامل ہیں پھر خیال فرمایئے کہ انسان جو کچھ ہاتھوں سے کرتا اور زبان سے کہتا ہے وہ اعمال نامہ میں کیسے درج نہ ہوگا۔

"اے امیرالمومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی کھو کر مرجائے گا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے بارہ میں بھی مجھ سے سوال کریں گے" — سوچئے کیا اللہ تعالیٰ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال نہیں کریں گے جو آپ کی حکومت میں رہ کر آپ کے عدل و انصاف سے محروم رہے گا؟"

امیرالمومنین کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے دادا نے اس آیت کا کیا مطلب بیان فرمایا ہے۔ یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوٰی (اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا، تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور (نفس کی) خواہش کی اتباع نہ کر) انہوں نے فرمایا ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ اے داؤد جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھیں اور ان میں کسی ایک کی طرف کسی وجہ سے تمہارے نفس کا میلان ہو تو تم اس کی بھی تمنا نہ کرو کہ کاش یہ شخص کامیاب ہو جاتا۔ اگر تم ایسا کروگے تو ہم دفتر نبوت سے تمہارا نام مٹادیں گے، پھر نہ تم ہمارے خلیفہ ہوگے اور

(باقی ص ۱۶)

صدقہ کی برکات

محمد اکرام ہیلی کالج آف کامرس لاہور

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت سے سچے مسلمان بن جائیے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات حاصل کر لیجئے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی جناب زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بھی صدقہ دینے کی تاکید فرمائی تو کسی عورت نے دریافت کیا "کیا ہم اپنے قرابت داروں کو بھی صدقہ دے سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: تمہیں دو اجر ملیں گے، ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا۔" (مفہوم) بخاری، مسلم، بطولہ)

(۲) حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "مسکین پر تو صدقہ کا ثواب ایک ہی گنا ہوتا ہے لیکن رشتہ دار کو دینے کا دہرا ثواب ہوتا ہے۔ ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔" (مفہوم) (نسائی)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "ہر چیز کا جوڑا دینے والا جنتی ہے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جاتے ہیں۔" (مفہوم) (طبرانی) مطلب یہ ہے کہ جو چیز خیرات کرتا ہے دہری کرتا ہے روٹی دیتا ہے تو دو روٹیاں دیتا ہے پیسے دیتا ہے تو دو پیسے دیتا ہے۔

(۴) حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے: "افضل صدقہ وہ ہے جو ذی رحم دشمن کو دیا جائے۔" (مفہوم) (طبرانی) یعنی رشتہ دار ہو، اس کا مخالف ہو۔ اسے افضل صدقہ اس وجہ سے فرمایا ہے کہ اس کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود اس سے سلوک کرتا ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے..... "ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اتر کر یہ دعا کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے "الٰہی نیک کاموں میں خرچ کرنے والے کو زیادہ دے" دوسرا کہتا ہے بخیل کے مال کو تلف کر دے....؟" (مفہوم) (بخاری)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے "....اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، میرے بندو! خرچ کرو تمہیں دیا جائے گا..." (مفہوم) (بخاری، مسلم) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈرنا نہیں چاہئے جتنا زیادہ خرچ کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

(۷) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا "... خرچ کرنے سے نہ ڈرو، عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کرو....." (مفہوم) (طبرانی)

(۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کسی نے دریافت کیا "یا رسول اللہ! بہتر اور افضل اسلام کونسا ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا "... مساکین کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو...." (مفہوم) (بخاری) (مسلم)

(۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے "... مسکین کو کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو واجب کرتا ہے ....!" (مفہوم) (حاکم)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "... کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے دوزخ ساڑھے تین ہزار برس کے راستہ کی مقدار دور کر دی جاتی ہے ....." (مفہوم) (حاکم)

(۱۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا "..... اگر کسی مسلمان نے پھلدار درخت لگایا تو جو شخص اس درخت سے کھائے گا وہ صدقہ ہے، جو پھل چوری جائیں گے وہ بھی صدقہ ہے جو ان پھلوں سے کچھ لے لے وہ بھی صدقہ ہے....." (مفہوم) (مسلم)

(۱۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے "..... پھلدار درخت میں سے اگر کوئی آدمی یا جانور کچھ کھائے گا تو یہ سب قیامت کے لئے صدقہ ہے ....." (مفہوم) (مسلم)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "... باقیات الصالحات میں سے پھلدار درخت کا لگانا بھی ہے....." (مفہوم) (بزار)

(۱۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "... جو شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی سربمہر شراب پلائے گا جو بندہ کسی غریب کو کپڑا پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا لباس عطا کرے گا...." (مفہوم) (ترمذی)

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے کسی نے پوچھا "میں اپنے اونٹ کے لئے حوض میں پانی بھرتا ہوں تو دوسرے اونٹ بھی پانی پینے آ جاتے ہیں کیا ان دوسرے اونٹوں کو بھی پانی پلانے کا اجر ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا "... ہر زندہ حیوان کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر و ثواب ہے...."

(مفہوم (مسند احمد)

(۱۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے "....کسی شخص نے ایک کتے کو پانی پلا دیا تھا اللہ تعالےٰ نے اس کو بخش دیا" کسی نے یہ سن کر عرض کیا "... کیا بہائم کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اجر ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا "... ہر جاندار کے ساتھ سلوک کرنا باعث اجر ہے"۔ (مفہوم) بخاری، مسلم، الطولہ)

(۱۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "...مرنے کے بعد بھی سات چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے حالانکہ مرنے والا قبر میں ہوتا ہے لیکن ان چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ علم دین سیکھنا۔ پانی کی نہر جاری کرنا، کنواں کھدوانا، درخت لگانا، مسجد بنانا، قرآن شریف تلاوت کے لئے چھوڑ جانا۔ نیک لڑکا جو باپ کے مرنے کے بعد باپ کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے ..."! (مفہوم) بزار، ابونعیم)

(۱۸) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "..... جس نے کنواں کھدوایا تو جو جاندار بھی اس سے پانی پئے گا۔ اللہ تعالیٰ کنواں کھدوانے والے کو قیامت کے دن تک اس کا اجر عنایت کرے گا .... (مفہوم) بخاری۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "... ... صدقۃ الفطر روزہ دار کی تمام کمزوریوں کا کفارہ ہوتا ہے جس نے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ زکوٰۃ مقبولہ ہے ....." (مفہوم (ابوداؤد)

(۲۰) حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "... رمضان کے روزے جب تک صدقۃ الفطر ادا نہ کیا جائے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں ..." (مفہوم)

(۲۱) حضرت کثیر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کسی نے دریافت کیا "حضور! قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ کا تعلق کس سے ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا "..... یہ آیت صدقۃ الفطر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے"۔ (مفہوم)

(۲۲) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، انہوں نے کچھ وصیت بھی نہیں کی۔ کیا میں انہیں اب کوئی ثواب پہنچا سکتا ہوں؟" سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا "ہاں لوگوں کو پانی پلایا کرو..." چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوا کر اپنی ماں کے نام سے وقف کر دیا۔ (مفہوم)

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے "... صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا صدقہ دینے والا جب صدقہ دیتا ہے تو وہ صدقہ سائل کے ہاتھوں میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پہنچتا صدقہ کی قبولیت سے کفایہ ہے۔

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "..... ایک آدمی نے جنگل میں ایک ابر کے ٹکڑے سے یہ آواز سنی کہ "فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو" اس آواز کے سننے کے بعد وہ ابر وہاں سے چل کر ایک سنگلاخ زمین پر جا کر برسنے لگا جہاں سے تمام پانی کے نالے کے ذریعہ سے ایک طرف بہنے لگا اور انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ کے پاس کھڑا ہوا یہ تمام پانی بیلچے سے اپنے باغ میں پہنچا رہا ہے انہوں نے اس شخص کا نام دریافت کیا تو اس شخص کا وہی نام تھا جو انہوں نے بادل میں سنا تھا۔ پھر انہوں نے تمام واقعہ بیان کر کے دریافت کیا تمہارا ایسا کونسا عمل ہے جس کی بدولت بادل کو تمہارے باغ میں برسنے کا حکم ہوا ہے؟" اس شخص نے بیان کیا کہ میں اپنی تمام پیداوار کے تین حصے کرتا ہوں۔ ایک حصہ راہ خدا میں دیتا ہوں ایک حصہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک حصہ باغ کی حفاظت میں لگا دیتا ہوں .....! (مفہوم) (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جو انسان اپنی حلال کمائی کا کچھ حصہ راہ خدا میں صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی کمائی میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس کے کاموں میں مدد کرتا ہے۔

مروّجہ قوّالی کی حقیقت

محمد طفیل صاحب ممبر یونین کمیٹی لاہور

(۲)

اب تو کوئی ایسا عُرس نہیں جہاں نہایت طمطراق سے قوالی کا پروگرام نہ ہوتا ہو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن خوانی اور نعت خوانی کے ساتھ ساتھ قوّالی کا بھی پروگرام ہوتا ہے۔ قرآن خوانی تو برائے نام ہوتی ہے اصل توجہ اور دھیان کا مرکز تو قوالی ہی ہوتی ہے کہ کب وہ وقت آئے کہ یہ شروع ہو اور سامعین حظِ نفس سے بہرہ ور ہوں۔ اب آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایسے وقت میں قرآن خوانی کا پروگرام رکھنا توہینِ قرآن ہے یا احترام قرآن ؎

حافظا مے خور ورندی کن وخوش باش دلے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

کسی دوسرے شاعر نے بھی خوب کہا ہے ؎

معشوقِ ما بہ شیوہ ہر کس برابر است
با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

زیادہ افسوسناک اور تشویشناک امر یہ ہے کہ بعض اہل علم وفضل نے ان کاموں میں شریک ہو کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بارے میں بالکل بے خبر یا غافل ہوں۔ آئیے سب سے پہلے ہم ایک معیار قائم کرکے اپنا جائزہ لیں۔ مثلاً ہم عدالتوں میں یہ نمونہ دیکھتے ہیں کہ جب فریقین یعنی مدعی اور مدعا علیہ اپنے مقدمہ کے فیصلہ کے لئے عدالت میں پیش ہوتے ہیں تو وکلاء اور بیرسٹر ہزار معقول دلائل سے کام لیں مگر جج فیصلہ کے لئے آئین اور قانون ہی کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ سارے دلائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں لیکن قانون کے سامنے کسی کی نہیں چلتی اور فیصلہ وہی قابلِ تسلیم اور قابلِ عمل ہوتا ہے جو آئین اور ضابطہ کے ماتحت ہو کیونکہ اس میں کسی کو چون وچرا اور اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ تو عدالت کی بات ہے ہم نظم ونسق کے دفتروں میں بھی یہی بات دیکھتے ہیں یعنی کوڈ رولنگ اور کتابی حکم کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ چنانچہ جب انسان کے وضع کئے ہوئے قانون اور ضابطہ کا یہ احترام ہے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام و فرمان کیوں قابلِ قبول، تسلیم و احترام نہ ہوں ورنہ ایمان اور اسلام سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ایمان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس آیت میں موجود ہے۔ فرماتے ہیں:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

قسم ہے آپ کے رب کی اور ظاہر ہے وہ رب خود ہی ہیں کیا ٹھکانہ ہے حضورؐ کی محبوبیت کا کہ حضرت حق اپنی ذات کی قسم من حیث الذات نہیں کھاتے بلکہ اس حیثیت سے کھاتے ہیں کہ وہ رب ہیں حضورؐ کے۔ آگے فرماتے ہیں وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو اپنے ہر کام میں حکم نہ بنائیں۔ اللہ تعالےٰ نے حصر فرمایا مومن ہونے کو اس بات میں کہ آپ کو جملہ امور میں حکم بنایا جائے حکم اُس کو کہتے ہیں جس کا فیصلہ بلا دلیل مانا جائے اور اس میں چون و چرانہ کیا جائے اور حضور کے حکم بنانے کے متعلق قرآن میں جہاں تذکرہ ہے۔ وہاں صرف اس بات پر بس نہیں کیا گیا کہ لوگ حضور کو محض زبانی اور ظاہر طور پر حکم بنائیں بلکہ فرماتے ہیں: ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ یعنی صرف ظاہری حکم بنانا کافی نہیں بلکہ یہ حالت ہونی چاہیئے کہ حضور نے جو حکم کیا ہو اُس سے کسی قسم کی تنگی دلوں کے اندر نہ پائیں اور ذرا بھی انقباض نہ ہو پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ اس مضمون کی اور تاکید پر تاکید ہے فرماتے ہیں وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا یعنی اس حکم کو مان لیں اور پورا تسلیم کر لیں تفسیر اور شرح کی یہاں گنجائش نہیں خود اپنی حالت کو پرکھ لینا چاہیئے۔ کہ کہاں تک ہمارے دلوں میں ایمان راسخ اور مطلوب ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ پس اگر کسی معاملہ میں تم آپس میں جھگڑا کر بیٹھو تو اس کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف لوٹاؤ اور اُس کے فیصلے پر متفق ہو جاؤ اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے اور یوم آخرت پر تو یہی بہتر ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے جس میں نزاع و اختلاف پیدا ہو تو کتاب وسنت کا فیصلہ آخری اور قطعی ہے۔

مروّجہ قوالی اور سماع کا مسئلہ تو بالکل صاف ہے مگر اس پر ناواقفیت، جہالت، غفلت اور بعض صورتوں میں ضد، ہٹ اور کبر کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے جس نے اس کو پیچیدہ اور لاینحل بنا دیا ہے۔ اب جو معیار پرکھنے کا اوپر ذکر ہوا ہے اُس کے مطابق فیصلہ کتاب و سنت اور اُن اکابر اولیاء کرام کے اقوال اور افعال کی روشنی میں ڈھونڈنا ہے اس کے بعد کسی کی کیا مجال کہ دم مارے یا اُف بھی کر سکے ورنہ اُس آیۂ کریمہ کے مطابق یا جیسا اوپر ذکر ہوا، ایمان کی خیر نہیں۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ یعنی جس نے میرے رسولؐ کی مخالفت باوجودیکہ کھلے کھلے ہدایت کے احکام پہنچنے کے بعد کی اور مومنین کے طریقہ کی بھی خلاف ورزی کی تو ہم اُسی راستہ پر چلائے جائیں گے جس پر وہ چل رہا ہے اور آخر جہنم میں ڈال دیں گے جو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

خواجگان چشت کا فتویٰ مروّجہ قوالی کے خلاف

ناظرین باتمکین قوالی یا سماع کو خصوصی طور پر خواجگان چشت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے اوّل خواجگان چشت کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اور اسم گرامی سے کون واقف نہیں۔ ڈاکٹر اقبال کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

التجائے مسافر بہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی دہلی

فرشتے پڑھتے ہیں جن کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا
(لمبی نظم ہے)

فوائد الفواد یعنی ملفوظات حضرت محبوب الٰہیؒ مرتبہ حضرت امیر حسن علی سنجریؒ (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۰۰ پر ہے:۔

"سماع کے بارے میں فرمایا جب چند چیزیں موجود ہوں تو سماع سننا چاہئے۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔ مسمع، مسموع، مستمع، آلات سماع۔ ان چار شرطوں کا یوں ذکر فرمایا۔ مسمع کہنے والے کو کہتے ہیں جو بالغ اور مرد ہو۔ لڑکا اور عورت نہ ہو۔ مسموع جو کچھ وہ کہے وہ فحش اور فضول نہیں ہونا چاہئے۔ مستمع وہ جو سُنے وہ بھی یاد حق سے پُر ہو اور اس وقت باطل خیال نہ ہو۔

آلات سماع کے باب میں فرمایا۔ یہ چنگ و رباب وغیرہ ہیں یہ مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا سماع حلال ہے:۔

صفحہ ۱۸۴ - ۱۸۵ پر ہے۔ پھر سمع کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا انہیں دنوں میں بعض درویشوں نے چنگ و رباب اور بانسریوں کا استعمال مجمع میں کیا اور رقص کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا نہیں کیا جو نامشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں ایک نے کہا کہ جب وہ اُس مقام سے باہر نکلے تو اُن سے پوچھا گیا کہ اس مجلس میں جو بانسریاں بجائی گئیں تم نے سماع کس طرح سنا ہوگا اور تم نے رقص بھی کیا ہے تو جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ یہاں بانسریاں ہیں بھی یا نہیں۔ جب خواجہ صاحبؒ نے یہ سنا تو فرمایا یہ تو کوئی معقول جواب نہیں یہ سب کچھ بطور زنا لکھا جائے گا۔"

ناظرین باتمکین دیکھ لیا حضرت محبوب الٰہیؒ کا فتویٰ۔ سماع یا قوالی کی مجلس منعقد کرنے میں کتنی پابندیاں اور شرائط ہیں۔ جب باجے گاجے طبلہ سارنگی، ہارمونیم رسمیں آ جائیں تو یہ ساری مجلس گنہ گار، کس قدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے قبر میں آرام پانے والے تو یہ فرمائیں اور اُن کی قبر پر رات اور دن قوالی منعقد ہو اور وہاں طبلہ سارنگی، ہارمونیم بجے۔ فرض کیجئے اگر یہ آلات لہو و لعب اور مزامیر مجلس میں نہ بجی ہوں تو جو شرائط اور پابندیاں انہوں نے لگائی ہیں اُن میں پورا اُترنا بھی مشکل ہے۔ آپ اُن شرائط کو پھر ملاحظہ فرمائیں جو اوپر مسمع، مسموع اور مستمع کے بارے میں بیان ہوئی ہیں جب ان میں پورا اترنا امر محال ہے تو اُن چیزوں کو جو پہلے ہی حرام اور نامشروع ہیں ساتھ شامل کر لیا تو پھر اپنے آپ کو باغی لوگوں میں شامل کرنا نہیں تو اور کیا ہے! اور سنئے صفحہ ۷۷ پر ہے:۔

"اتنے میں ایک شخص نے آ کر ایک جماعت کے بارے میں بیان کیا کہ ابھی فلاں مقام پر آپ کے یار جمع ہوئے اور بانسریاں بجی ہیں۔ خواجہ صاحبؒ یہ سن کر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے بانسریوں اور حرام چیزوں سے منع کر دیا ہے جو کچھ انہوں نے کیا ہے ٹھیک نہیں کیا اس بارے میں نہایت غلو فرمایا۔ یہاں تک فرمایا کہ امام اگر کوئی غلطی کر جائے تو اس غلطی کو جتانے کے لئے مقتدی مرد کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور عورت کو تالی بجا کر دونوں ہتھیلیوں سے نہیں بلکہ ایک ہتھیلی اور ایک پشت سے کیونکہ ہتھیلیوں سے تالی بجانا کھیل میں شامل ہے غرضیکہ یہاں تک کھیل کود کی باتیں منع ہیں۔ سماع میں اس سے بھی بڑھ کر احتیاط کرنی چاہئے جب تالی بجانے کی بابت اس قدر احتیاط کی جاتی ہے تو بانسری اور دیگر آلات وغیرہ کی کس قدر ممانعت ہو گی۔"

تنبیہ

مگر آج کل طرفہ تماشا یہ ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کی محفل قوالی بھی بڑے ٹھاٹھ سے منعقد ہوتی ہے اور تالیاں بجانا تو کجا سب آلات باجہ گاجہ استعمال ہوتے ہیں اور اس میدان میں پیشہ ور قوال بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آثارِ قیامت میں پہلے ہی سے فرما دیا ہے کہ کیا حال ہوگا اُس دن تمہارا جب تمہاری لڑکیاں فسق و فجور میں مبتلا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ زیادہ کیا کہا جائے خود سوچ لیں کہ ہمارا تمدن اور کلچر کیا ہے اور ہم کہاں جا رہے ہیں۔ چشتیہ طریق کے حضرات خواہ وہ نظامی ہوں یا صابری اچھی طرح سے نوٹ فرمالیں کہ آئندہ کے لئے ان کو کیسا سماع سننا چاہئے ورنہ برخلاف اس کے وہ خود فیصلہ کریں کہ کس قدر تعلق اُن کو اس طریق سے ہے۔ یہاں حظ نفس سے کام نہیں چلے گا بلکہ مجاہدہ اور مشقت اٹھا کر دردِ دل پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ صفحہ ۱۲۲ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے حضرت بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ کو فرمایا کہ حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری نے جو خط بھیجا ہے اس کو لاؤ۔ ایک تھیلی میں بہت سے خطوط جمع شدہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بہت سے خطوط ہیں۔ آپ نے فرمایا تھیلے میں ہاتھ ڈالو۔ جب تھیلے میں ہاتھ ڈالا تو وہی خط ہاتھ آیا۔ آپ نے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ مکتوب کی عبارت یہ تھی۔ نقیر، حقیر، ضعیف، نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشاں است و از سرو دیدہ خاک قدم ایشاں۔ شیخ صاحب نے جب اس قدر سنا تو حالت اور ذوق طاری ہوئے۔ وہاں طبلہ تھا نہ سارنگی، نہ ہارمونیم اور نہ کوئی باجہ ؎

سرمۂ غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دل پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

الغرض چشتیہ طریق کے اکابر اولیاء اللہ کے اقوال و افعال اس بارے میں اتنے بیشمار ہیں کہ اُن کا احاطہ مشکل ہے۔ اس لئے چند ایک مثالیں بیان کی گئی ہیں جو کہ رہنمائی کے لئے بہت کافی ہیں۔

سہروردی طریقہ میں قوالی کی حیثیت

اردو ترجمہ فوائد الفواد صفحہ ۲۷ میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سماع نہیں سنا کرتے تھے۔ بعد ازاں شیخ صاحب کے استغراق شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین کے پاس آئے تو شیخ اوحد نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلایا اور سماع ترتیب دیا، خود کونے میں چلے گئے اور طاعت و ذکر میں مشغول ہو گئے۔ شیخ اوحد اور اہل سماع سماع میں مشغول ہوئے (یہ یاد اور واضح رہے کہ سماع میں آلات نہیں ہوتے تھے) جب صبح ہوئی تو خادم خانقاہ نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں عرض کی کہ

رات سماع تھا ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ شیخ صاحب نے پوچھا کیا رات کو سماع تھا خادم نے عرض کی کہ بے شک تھا۔ فرمایا مجھے اس کی مطلق خبر نہیں۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس سے شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا استغراق وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ ذکر میں اس طرح مشغول ہوئے کہ سماع کے غلبہ کی آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ جب سماع بند کر دیئے تو شیخ صاحب قرآن مجید سنتے رہے۔ شیخ صاحب نے اُن کا سماع باوجود اس قدر غلبہ کے بالکل نہ سُنا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس حد تک یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ اس ایک ہی واقعہ سے ظاہر ہے کہ شیخ سہروردیؒ بغیر مزامیر اور آلات کے بھی سماع سننا پسند نہیں فرماتے تھے اور اس کی جگہ قرآن پاک کے سننے میں مشغول رہے اور ذکر اور یادِ الٰہی میں رات گذاری۔ سہروردی طریقہ کے حضرات اچھی طرح نوٹ فرما لیں کہ اس طریق کے اکابر کا کیا نمونہ ہے۔ لہٰذا ان کا کسی ایسی مروجہ محفل سرود میں شامل ہونا بے حد بے خبری اور جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اور آئندہ کے لئے امید ہے وہ اپنے طریق پر پابند رہ کر مروجہ محفل سے کلیتہً اجتناب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین۔

قادری طریق میں مُروّجہ قوّالی پر ضرب کاری

غنیتہ الطالبین (ترجمہ اردو) صفحہ ۲۸ محبوب سبحانی، غوثِ صمدانی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی دعوت کی گئی اور اُس نے قبول نہ کی، اُس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی جو بغیر بلائے کھانے جاتا ہے وہ چور ہو کر داخل ہوتا ہے اور لٹیرا بن کر واپس آتا ہے۔ دعوت کے مذکورہ بالا احکام اُس وقت ہیں جب مجلس دعوت بُری باتوں سے خالی ہو۔ اگر وہاں کوئی ممنوع چیز ہو۔ مثلاً ڈھول سارنگی، بربط، نفیری، شرلوق، شبابہ، ربابؔ سرود، طنبورے اور جوان جو ترک بجاتے ہیں۔ تو وہاں نہ بیٹھے یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ دف کا استعمال موقع نکاح میں جائز ہے بانسری سننا و ناچنا مکروہ ہے۔ آیت: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ کی تفسیر میں بعض اہلِ تفسیر نے لکھا ہے کہ لہو الحدیث سے مراد راگ اور شعر ہے بعض احادیث نبویؐ میں آیا ہے کہ راگ دل کے اندر اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح سیلاب سبزی کو اگاتا ہے۔ راگ کے ناجائز ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس سے طبیعت میں شورش، شہوت میں اُبھار، عورتوں کی طرف میلان، بیہودگی نفس، حماقت، زدگی، بے چینی، چھچھوراپن اور کمینگی پیدا ہو جاتی ہے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اللہ کی یاد میں مشغول ہونا بہت ہی پاکیزہ اور عافیت آفرین عمل ہے۔

پھر صفحہ ۵۵۵ پر آداب سماع کے بارے میں فرماتے ہیں۔ سماع میں بناوٹ نہ کریں۔ اپنے اختیار سے سماع کا استقبال نہ کریں اگر اتفاق سے سماع کا موقعہ مل جائے تو سننے والے پر لازم ہے کہ تہذیب کے ساتھ بیٹھا دل سے اللہ کی یاد کرتا رہے اور غفلت اور نسیان کے وسوسوں سے دل کی نگہداشت میں مشغول رہے۔ جب کانوں میں کوئی آواز ٹکرائے تو قرآن پڑھنے والے (قوال) کو ایسا خیال کرے۔ کہ اللہ کی طرف سے ان واردات غیبیہ کا اظہار کرایا جا رہا ہے جو غیب سے اس کو بتائے جاتے ہیں۔ یعنی وہ مضامین جس سے جنت کی طلب، دوزخ کا خوف، محبّ سے وابستگی، ناراضگی کا ڈر اور عبادت کی زیادتی وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے ایسے وقت میں واردات قلبی کی طرف بڑھے اور اشارۂ غیبی کا استقبال فوراً کرے اگر سماع اس طرح ہو کہ گویا قاری کی زبان اس کی اپنی زبان ہو گئی ہے گویا سننے والا اپنی زبان سے پڑھ رہا ہے اور پڑھنے والے کی زبان سے گویا یہ خود اللہ سے خطاب کر رہا ہے۔

ناظرین باتمکین ملاحظہ فرما لیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کے سننے کو سماع فرما رہے ہیں۔ اور قرآن پاک پڑھنے والے کو قوال یا قاری فرما رہے ہیں۔ اندریں حالات کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی قادری طریق میں باجے گاجے اور مزامیر کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ لہٰذا اس طریق کے صوفیوں اور عالموں پر فرض ہے کہ وہ پیران پیرؒ کے طریقہ کو زندہ کر کے اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ ورنہ محبّ شیخ کا دعوے باطل ہوگا۔ استدعا ہے کہ قادری طریق کے بزرگ خوب نوٹ فرما لیں اور مروجہ قوالی میں کبھی شامل ہونے کا تصور بھی نہ فرمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان اکابر ہستیوں کے سامنے قیامت کے روز شرمندہ ہونا پڑے۔ اور محبت کی بجائے بغاوت اور عداوت میں دھر لئے جائیں اللہ تعالیٰ عقل اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین۔

انتباہ

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی کی تاریخ ولادت ۴۷۱ھ ہے اور وفات شریف ۵۶۱ھ میں واقعہ ہوئی۔ آپ نے اوپر ملاحظہ فرما لیا ہے کہ کتنے آلات لہو و لعب و مزامیر اس وقت بھی ایجاد تھے۔ بعض ناسمجھ لوگ دف سے یہ جواز نکالتے ہیں کہ چونکہ وہ زمانہ ترقی کا نہیں تھا لہٰذا اُس وقت دف کا استعمال جائز تھا اور اب زمانہ ترقی کا ہے اس لئے دف کی بجائے آج کل کے مروجہ ساز مزامیر جائز ہے یاد رہے دف کا استعمال موقع نکاح میں جائز تھا جس سے صرف اعلان مقصود تھا اور دف بغیر جھانج کے ہوتی تھی جو کسی موسیقی کے قاعدہ کے مطابق نہیں بجائی جاتی تھی یعنی محض ڈھپ ڈھپ کی بے سُری آواز ہوتی تھی۔ یہ اس طرح سے سمجھیں جیسا رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ افطاری کے وقت مسجدوں میں نتری یا نوبت بجائی جاتی ہے۔ یا کہیں آتشبازی کا پٹاخہ چھوڑا جاتا ہے جس سے باجوں گاجوں یا آتشبازی کا جواز نکالنا سخت جہالت اور ضد کا ثبوت مہیا کرنا ہے اگر یہی بات ہوتی تو حضرت شیخؒ اپنے وقت کے مزامیر اور باجوں گاجوں کو جو آج کل بھی رائج ہیں کیوں حرام قرار دیتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یاد رکھئے قیامت تک جتنے آلاتِ لہو و لعب و سرود و غنا کے سلسلہ میں ایجاد ہوتے رہیں گے مزامیر کی فہرست میں آئیں گے جو حرام اور نامشروع ہیں)۔

(باقی آئندہ)

نہ تمہارے لئے کوئی عزت ہوگی۔۔ اے داؤد! ہم اپنے پیغمبروں کو اپنے بندوں کا نگران بنا کر بھیجتے ہیں.... کہ وہ زیادتی کرنے والوں کو دباتے اور کمزوروں کو ان کا حق دلاتے ہیں۔

"اے امیرالمومنین! آپ پر ایک ایسی عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اگر اس کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا جاتا تو وہ اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیتے اور (اگر ان پر ڈال دیا جاتا) تو وہ اس کی وجہ سے پھٹ جاتے۔

.... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار میں سے ایک صاحب کو صدقہ وصول کرنے کے لئے (کسی جگہ کا) عامل مقرر کیا، چند دن کے بعد دیکھا کہ وہ گھر ہی پر ہیں، دریافت فرمایا کہ "تمہیں اس کام سے کس چیز نے روکا؟ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہارے اس کام میں جہاد کرنے والوں کا اجر ہے؟" انصاری نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بندوں کے امور سے متعلق) ہر حاکم کو قیامت کے دن لا کر ایک ایسے پل پر کھڑا کیا جائے گا جس کے نیچے آگ ہوگی۔ وہ پل اس شخص کو ایک جھٹکا دے گا جس سے اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا، پھر اسے اپنی حالت پر لوٹا دیا جائے گا۔ اور اس کا حساب، ہوگا۔ اب اگر وہ شخص اچھا ہے تو اپنی اچھائی کی بنا پر نجات پائے گا اور اگر بُرا ہے تو پُل ٹوٹ جائے گا اور اس شخص کو لئے جہنم میں گر جائے گا، پھر وہ اس آگ میں ستر سال رہے گا۔"

۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ حدیث تم نے کس سے سُنی؟ انصاری نے کہا: حضرت ابوذر و حضرت سلمان (رضی اللہ عنہما) سے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سُنی ہے۔ "حضرت عمرؓ چیخ اُٹھے: واعمراہ! من یتولاھا بما فیھا۔" (ہائے عمر! تیرا کیا انجام ہونے والا ہے! کون ہے جو اس خلافت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے ......)

خلیفہ ابوجعفر نے اپنا رومال اٹھا کر اپنے منہ پر رکھا اور دھاڑیں مار کر رونے لگا، امام بھی رو پڑے، اور برابر فرماتے رہے۔ "اے امیرالمومنین! آپ کے دادا حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکّہ اور طائف کی امارت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ: "اے عباس! اے نبی کے چچا! ایک زندہ نفس غیر محدود امارت سے بہتر ہے.... .... پھر فرمایا۔ اے عباس! اور اے صفیہ! نبی کی پھوپھی! میں تمہیں اللہ کی طرف سے کچھ مستغنی نہیں کر سکتا، تم جان لو کہ تمہیں تمہارا ہی عمل کام آئے گا اور مجھے میرا عمل۔"

"اے امیرالمومنین! سب سے سخت کام اللہ کے لئے حق پر قائم رہنا ہے۔ اور سب سے بڑی نیکی اللہ کے نزدیک تقویٰ ہے، ..... جو شخص اللہ کی اطاعت کے راستہ سے عزت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ کی معصیت کے راستہ سے عزت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتے اور گرا دیتے ہیں۔"

"یہ میری نصیحت ہے۔ والسلام علیک"

محمد بن مصعب کا بیان ہے کہ جب امام رخصت ہونے لگے تو خلیفہ ابوجعفر منصور نے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا۔ امام نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں اپنی نصیحت کو ساری دنیا کے خزانوں کے عوض بھی نہیں بیچ سکتا۔"

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ

نسب

قرآن عزیز، جن زکریا علیہ السلام کا ذکر رہا ہے یہ وہ نہیں ہیں جن کا ذکر مجموعہ توراۃ کے صحیفۂ زکریا میں آیا ہے اس لئے کہ توراۃ میں جن زکریا کا تذکرہ ہے اُن کا ظہور داریوس (دارا) کے زمانے میں ہوا ہے۔ چنانچہ زکریا نبی کی کتاب میں ہے۔

دارا کے دوسرے برس کے آٹھویں
مہینہ میں خداوند کا کلام زکریا بن
برخیاہ بن عُدو کو پہنچا۔

اور دارا بن گشتاسپ کا زمانہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کی ولادت سے پانچ سو سال قبل ہے کیونکہ وہ کیقباد بن کیخسرو کے انتقال کے بعد ۵۲۱ ق م میں تخت نشین ہوا ہے اور قرآن عزیز نے جن زکریا (علیہ السلام) کا ذکر کیا ہے وہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کی والدہ حضرت مریم (علیہ السلام) کے مربی اور حضرت مسیحؑ کے معاصر ہیں اور اُن کے اور یحییٰ بن زکریا اور مسیح (علیہ السلام) کے درمیان کوئی "نبی" نہیں ہے اور یہ حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے والد ماجد ہیں۔

حضرت زکریا (علیہ السلام) کے والد کا نام کیا تھا؟ اس میں اصحاب سیر کے مختلف اقوال ہیں اور ان میں سے کوئی قول بھی بادثوق نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اور تاریخ میں ابن عساکر سے وہ سب اقوال نقل کر دیئے ہیں یعنی زکریا ابن اذن (دان) یا ابن شبلوی یا ابن لدن یا ابن برخیا بن مسلم بن صدوق بن حشبان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن برخیا بن بلعاطہ ناحور بن شلوم بن بہفاشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد (علیہما السلام)

لیکن یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت سلیمان داؤد (علیہما السلام) کی ذریت میں سے ہیں۔

حالاتِ زندگی

زکریا (علیہ السلام) کی حیات طیبہ کے حالات تفصیل سے معلوم نہیں ہیں لیکن جس قدر بھی قرآن عزیز اور سیرو تاریخ کی قابل اعتماد روایات سے معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں:

گذشتہ مباحث میں گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل میں "کاہن" ایک معزز مذہبی عہدہ تھا اور اُس کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ وہ ہیکل (صخرۂ بیت المقدس) کی مقدس رسوم ادا کیا کرے اس کے لئے مختلف قبائل میں سے الگ کاہن منتخب ہوتے اور وہ اپنی اپنی نوبت پر اس خدمت کو انجام دیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت زکریا (علیہ السلام) بنی اسرائیل میں معزز کاہن بھی تھے اور جلیل القدر پیغمبر بھی۔ چنانچہ قرآن عزیز نے ان کو انبیاء کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وزکریا و یحیٰی والیاس کل من الصالحین

اور زکریا اور یحییٰ اور الیاس یہ
سب نیکوکاروں میں سے ہیں۔

اور لوقا کی انجیل میں اُن کو کاہن کہا گیا ہے:

یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس
کے زمانہ میں ابتیا کے فریق میں
سے زکریا نام ایک کاہن تھا۔
اور اُس کی بیوی ہارون (علیہ السلام)
کی اولاد میں سے تھی اور اس
کا نام الیشبع تھا اور وہ دونوں
خدا کے حضور راستباز اور خداوند
کے سارے حکموں اور قانونوں
پر بے عیب چلنے والے تھے۔

مگر انجیل برنابا میں بصراحت مذکور ہے کہ وہ خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے چنانچہ حضرت مسیح (علیہ السلام) یہود کو مخاطب کرکے ارشاد فرما رہے ہیں۔

وہ وقت قریب ہے جب تم
پر اُن انبیاء (علیہم السلام) کا
وبال پڑنے والا ہے جن کو تم
نے زکریا (علیہ السلام) کے زمانہ
تک قتل کیا ہے اور جبکہ زکریا
(علیہ السلام) کو ہیکل اور قربان
گاہ کے درمیان قتل کیا۔

زکریاہ (علیہ السلام) سُلالۂ داؤد (علیہ السلام) تھے اور اُن کی زوجہ مطہرہ الیشاع یا الیشبع حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے تھیں۔

گذشتہ مباحث میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام خواہ وہ بادشاہ اور صاحب حکومت ہی کیوں نہ ہوں، اپنی روزی ہاتھ کی محنت سے پیدا کرتے اور کسی کے لئے بار دوش نہیں ہوتے تھے۔ اسی لئے ہر نبی نے جب اپنی اُمت کو رشد و ہدایت کی تبلیغ کی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا ہے وما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی رب العٰلمین میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو خدا کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہے

چنانچہ زکریاہ (علیہ السلام) بھی اپنی روزی کے لئے نجاری کا پیشہ کرتے تھے۔ جیسا کہ مسلم ابن ماجہ اور مسند احمد میں بصراحت مذکور ہے:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارًا (الحدیث)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکریا (علیہ
السلام) نجاری (بڑھئی کا کام)
کرتے تھے۔

اُن ہی کے خاندان یعنی سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) کی نسل میں سے عمران بن ماثان اور اُن کی بیوی حنہ بنت فاقود نیک نفس انسان تھے اور پارسائی کی زندگی بسر کرتے تھے مگر لاولد تھے اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے تذکرہ میں تفصیل سے آئے گا۔ حنہ کی دعا سے اُن کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے مریم رکھا اور حنہ نے اپنی منت کے مطابق مریم (علیہا السلام) کو ہیکل کی نذر کر دیا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: مجلس ذکر

محترم حضرات! ہمیں اللہ تعالےٰ نے اپنی یاد کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنا مقصدِ تخلیق سمجھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع کریں، حضور علیہ السلام کے ارشادات اور آپ کے اعمال کے ہر ہر گوشے کو سامنے رکھ کر ہر گھڑی یاد خداوندی میں شاغل رہیں

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (آل عمران آیت ۴۱)

ترجمہ: اور اپنے رب کو یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو ہر گھڑی اللہ کی یاد میں شاغل رہنا چاہیئے۔ کسی وقت اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ہر آن اللہ کا ذکر وردِ زبان ہونا چاہیئے۔ اور اس قدر مشق کرنی چاہیئے، کہ سوتے میں بھی قلب خود بخود اللہ کی یاد میں مشغول رہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی دعا ردّ نہیں کرتا۔
(۱) ذکر اللہ کرنے والا (۲) مظلوم۔ (۳) عادل بادشاہ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے: جو عیش وعشرت میں خدا کا ساتھی یعنی ذکر اللہ کرے اللہ تعالےٰ تنگی میں اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ اس کی امداد فرماتا ہے۔

محترم حضرات! جس طرح بدن کی اغذیہ روٹی، پھل، ترکاریاں اور گوشت وغیرہ ہیں اسی طرح کی غذا ذکرِ الٰہی ہے۔ جو شخص ذکرِ الٰہی کی کثرت سے غیر فانی خدا سے تعلق قوی کر لیتا ہے وہ خود کو یادِ خدا میں فنا کر لیتا ہے، وہ خود بھی غیر فانی ہو جاتا ہے۔ یادِ خداوندی اور ذاتِ الٰہی سے روح کا تعلق جس قدر قوی ہوتا ہے اُسی قدر مقامِ قرب اُسے حاصل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی یاد میں فنا ہونے اور مقامِ قرب پر فائز ہونے کی توفیق عطا فرمائے
آمین

آر۔ ایم۔ طاہر آثم

بارگاہِ خداوندی میں

الٰہی نہیں کوئی تجھ بن ہمارا — تو ہی بے سہاروں کا ہے اک سہارا
ترا نور پرتوفگن چار سُو ہے — ترا حسن ہے ہر طرف جلوہ آرا
تری ذات فہم و نظر سے وراء ہے — تری قدرتیں ہیں مگر آشکارا
تری نعمتوں کی نہایت نہیں ہے — نہیں بحرِ رحمت کا تیرے کنارا
ترا آستانہ ہے ملجا و ماوا — ترا دین ہے سارے دینوں سے پیارا
تری رحمتیں عام ہیں ہر کسی پر — ادھر بھی ہو لطف و کرم کا اشارا
ترے در پہ آئے ہیں جھولی پھیلائے — اسے اپنی رحمت سے بھر دے خدارا
بڑھا دستِ شفقت ہماری طرف بھی — بدل دے ہمارے مقدر کا دھارا

کرے جان تجھ پر فدا تیرا آثم
کھڑا ہے ترے در پہ عاصی بے چارا

بچوں کا صفحہ

دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

۱- مدینہ منوّرہ میں حضورؐ کی خدمت میں عیسائی عالموں کا ایک وفد نجران سے آتا ہے وہ لوگ کئی روز آپؐ کے پاس ٹھہرتے ہیں اور توحید کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ بحث سے بڑھ کر مباہلہ (ہلاکت کی دعا یعنی جو جھوٹا ہو وہ ہلاک ہو جائے) کی نوبت آتی ہے آنحضرتؐ اپنے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہٗ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لے کر باہر نکلتے ہیں۔ حضورؐ توحید کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔ عیسائی وفد کا سردار یہ سب کچھ دیکھتا ہے تو اپنے ساتھیوں کو بے اختیار کہتا ہے۔ "معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی برحق ہیں اور نبی برحق کے ساتھ مباہلہ کرنا نہیں چاہیئے ورنہ ہم سب اس کی بددعا سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ وہ واقعی سچّا ہے۔ جس نے نہ صرف اپنی بلکہ اہلبیت کی جان کی بھی بازی لگا دی ہے۔ یہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ہی خاصہ ہے کہ وہ توحید کی خاطر تمام اہلبیت کی قربانی کو تیار ہو جاتے ہیں۔" انہی دنوں کا ایک اور ذکر ہے کہ:-

ایک دن آپؐ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ اور یہی عیسائی علماء کا وفد بھی بیٹھا ہے کہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے حضورؐ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو وفد کا سردار کہتا ہے کہ ہم بھی اپنی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپؐ اُن کے لئے مسجد کا ایک گوشہ خالی کرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "تم اپنے عقیدہ کے مطابق نماز ادا کر سکتے ہو۔" کیا ہمارے بعض علماء جو اپنی مسجدوں میں کسی دوسرے مسلمان کو گھسنے نہیں دیتے کوئی سبق ہے۔ آج کل کے مسلمانوں کے لئے بھی اس میں پوری رہنمائی ہے۔ "فاعتبروا"

۲- قبیلہ بنو مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت چوری کر بیٹھتی ہے۔ جب جرم ثابت ہو جاتا ہے تو قبیلے کے تمام لوگ گھبراتے ہیں کہ اب تمام قبیلہ کی آبرو مٹی میں مل جائے گی۔ وہ لوگ رسولِ کریمؐ کے پاس سفارش لے جانا چاہتے ہیں لیکن کوئی بڑے سے بڑا صحابی بھی دربارِ رسولؐ میں آنے کی جرأت نہیں کرتا کہ تعزیر میں تبدیلی کی سفارش کرے۔ جس وقت وہ لوگ سب صحابہؓ سے مایوس ہو جاتے ہیں تو حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس جاتے ہیں وہ قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ جا کر فاطمہ کی سفارش کرتے ہیں۔ رسولِ کریمؐ کا چہرہ مبارک غصّہ سے سرخ ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں۔ "یہ فاطمہ تو درکنار اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے گی تو مَیں بالکل رعایت نہیں کروں گا۔" مزید فرماتے ہیں کہ "پہلی قومیں اسی لئے برباد ہوئی ہیں کہ وہ لوگ امیروں کو چھوڑ دیتے اور غریبوں کو سزا دیتے تھے۔"

۳- ایک صحابی حضرت ماعزؓ سے کبیرہ گناہ (زنا) سرزد ہو جاتا ہے۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں۔ "یا رسول اللہؐ! مجھے پاک کریں" آپ فرماتے ہیں۔ "دیکھو یہ مجنون پاگل اور دیوانہ تو نہیں؟ کیا اس نے کچھ پیا تو نہیں ہے؟ کیا اس کے حواس درست ہیں؟" تو صحابہ اُس کا جسم سونگھ کر عرض کرتے ہیں کہ باہوش ہے۔ آپؐ اس کے اقبالِ جُرم پر رجم کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد آپؐ جنازہ پڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ "ماعزہ کی توبہ کو وہ مقام حاصل ہُوا ہے کہ سارے مدینہ کے لوگوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔"

۴- فتح خیبر کے وقت مالِ غنیمت جمع ہوتا ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتب بھی شامل ہیں۔ خیبر کے یہود و نصاریٰ کا ایک وفد تمام مذہبی کتب حاصل کرنے کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو آپؐ انہیں بخوشی کتابیں واپس کر دیتے ہیں۔

۵- حضورؐ ایک درخت کے نیچے لیٹے سو رہے ہیں اور آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی ہے ایک یہودی دشمنِ دین و جاں آتا ہے اور تلوار ہاتھ میں لے کر پکارتا ہے۔ "اے محمدؐ! تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔" حضورؐ فرماتے ہیں۔ "میرا اللہ مجھے بچائے گا۔" ان الفاظ سے اس پر اتنی ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے۔ آپؐ فوراً تلوار اٹھاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ "اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔" اس پر وہ کہتا ہے "آپؐ ہی بچائیں گے۔" آپؐ فرماتے ہیں۔ "نہیں! تم کو بھی اللہ ہی بچائے گا۔" چنانچہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

بقیہ صـ۲ احادیثِ رسول

بقیہ صـ۲

یعنی پورے پورے ایماندار ہیں۔ مَیں گیا اور مَیں نے یہ اعلان کر دیا۔

تشریح:- یہ حدیث جہاں ایک طرف یہ بتاتی ہے کہ جنّت صرف مومنوں کا حصّہ ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بتاتی ہے کہ "المومن" کا خطاب حاصل کرنے میں ایک بے قیمت چادر اور ایک معمولی سے عباء کی چوری بھی حائل ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ جنّت کوئی معمولی متاع نہیں مگر اللہ تعالےٰ کی نظر میں "المومن" کا خطاب بھی معمولی خطاب نہیں۔ دنیا اپنے اندازۂ خیال پر ایک شخص کو شہید کہہ دیتی ہے لیکن اسلام اب بھی اس کو "المومن" کا خطاب نہیں دیتا۔ کوئی شخص صرف ایک بار کلمہ پڑھ لینے سے خواہ وہ عذابِ الٰہی کی دائمی گرفت سے نجات پانے کا مستحق ہو جائے لیکن "المومن" کے معزز خطاب کا اس وقت تک مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی نظری اور عملی دونوں قوتیں کامل نہ ہو جائیں یعنی وہ اسلام کے عقائد اور اعمال کا پورے طور پر پابند نہ ہو جائے اور اس پابندی میں وہی کیفِ آزادی محسوس کرنے نہ لگ جائے اس کے بعد پہلے جنّت کا مشتاق وہ تھا اور اب جنّت اس کی مشتاق ہو جائے گی۔

خدام الدین لاہور
ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء